جہادِ کشمیر اور پاکستان

جناب حافظ محمد ادریس صاحب

"کشمیر پاکستان کی شاہ رگ ہے" بانیٔ پاکستان کا یہ مشہور و معروف فقرہ کوئی جذباتی نعرہ نہیں ہے۔ یہ نہایت کھری حقیقت ہے کہ کشمیر پاکستان کے لیے شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کشمیر کی آزادی اور پاکستان کے ساتھ اس کے الحاق کے بغیر پاکستان ہر لحاظ سے نامکمل ہے۔ پاکستان کی بقا اور ارتقار کا دارومدار کشمیر پر ہے ــ پاکستان کو سیراب کرنے والے اکثر دریاؤں کے سوتے وادیٔ کشمیر سے پھوٹتے ہیں ــ بھارت کی چوری اور سینہ زوری کی اس سے بدترین مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ اُس نے ہمارے دریاؤں پر سلال اور وولر ڈیم بنا کر ہماری معیشت کو تباہ کرنے کی گھناؤنی چال چلی ہے۔

کشمیر اور نہرو خاندان انگریزی استعمار سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جو تحریک مسلمانوں کی نمائندگی کا نعرہ بلند کر کے اُٹھی۔ اس کے پیشِ نظر ایک آزاد و خود مختار اسلامی ریاست کا قیام تھا۔ مسلمانوں کی بھاری اکثریت نے قائداعظمؒ محمد علی جناح کی قیادت میں اس تحریک کا بھرپور ساتھ دیا۔ یہ بات اب تحریک کا حصہ بن چکی ہے کہ اسلامی ریاست کا تصور نہایت حسین اور پُرکشش تھا۔ جس کی وجہ سے ہندوستان کے اُن علاقوں میں بھی تحریکِ پاکستان کو مقبولیت حاصل ہوئی جو تقسیم کی صورت میں پاکستان کا حصہ نہ بن سکتے تھے۔ تقسیم ملک کے لیے جو اصول متفقہ طور پر طے

ہو چکے تھے ان کے لحاظ سے کشمیر کسی اختلاف کے بغیر پاکستان کا حصہ تھا، مگر ہندو بنیا ہر قیمت پر کشمیر ہڑپ کرنے کا تہیہ کیے ہوئے تھا۔ کانگریس کے لیڈر موتی لال اور جواہر لال نہرو کشمیری پنڈت ہونے کے ناطے کشمیر کو بھارت سے کسی صورت الگ نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ تحریک آزادی کے دوران میں کشمیری مسلمانوں نے مسلم کانفرنس کے نام سے انگریز اور ہندو سامراج کے خلاف جد وجہد کا آغاز کیا۔ مسلم کانفرنس کے لیڈر میر واعظ مولوی محمد یوسف، چوہدری غلام عباس اور شیخ محمد عبداللہ تھے۔ شیخ محمد عبداللہ خوش الحان، ذہین اور تعلیم یافتہ نوجوان تھے۔ میر واعظ جنہیں کشمیر میں تقدس کی حد تک محترم سمجھا جاتا تھا شیخ عبداللہ کو اپنے جلسوں میں ساتھ رکھتے تھے۔ شیخ عبداللہ نے اپنی کتاب "آتش چنار" اور چوہدری غلام عباس مرحوم نے اپنی سوانح حیات "کشمکش" میں ان واقعات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ تاریخ کشمیر کا ہر طالب علم اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ شیخ عبداللہ اپنی ذہانت کے باوجود بعض مہلک کمزوریوں میں مبتلا تھے۔

شیخ عبداللہ کی قلابازی ہندو بنیا اپنے مخالفین سے کھلے میدان میں جنگ لڑنے کے بجائے ہمیشہ سازشوں کے جال بچھانے اور دشمن کو دھوکے سے زیر کرنے کا نہ صرف عادی رہا ہے بلکہ اس میدان کا ماہر فن کار بھی ثابت ہوا ہے۔ شیخ عبداللہ کی کمزوریوں میں سے بڑی کمزوری ان کی خود پسندی، ذاتی شہرت اور اقتدار کی ہوس تھی۔ ہندو بنیئے نے اس کا خوب فائدہ اُٹھایا۔ ۱۹۳۳ء میں پنڈت پریم ناتھ بزاز نے شیخ عبداللہ سے تنہائی میں ایک طویل ملاقات کی۔ شیخ عبداللہ اسی دن ہندو جال میں گرفتار ہو کر مسلمانانِ کشمیر سے غداری کے مرتکب ہو گئے تھے۔ اپنی سوانح عمری "آتش چنار" کے صفحہ ۲۱۲ پر وہ خود اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں "متحدہ اور سیکولر پلیٹ فارم قائم کرنے کا بیج اسی دن بویا گیا تھا، جب جولائی ۱۹۳۳ء میں پنڈت پریم ناتھ بزاز سے چشمہ شاہی کے باغ میں میری ملاقات ہوئی تھی۔"

کانگریس کے معروف رہنما ڈاکٹر سیف الدین کچلو بھی کشمیری تھے مگر امرتسر میں مقیم تھے کانگریس کی ہائی کمان نے ان کے ذریعے بھی شیخ عبداللہ پہ ڈورے ڈالے۔ رہی سہی کسر پنڈت نہرو کی ملاقات نے نکال دی۔ یہ ملاقات لاہور میں ۱۹۳۷ء میں ہوئی جس کے بعد شیخ عبداللہ نے مسلم کانفرنس کو آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس میں تبدیل کر دیا۔ چوہدری غلام عباس اور ان کے ساتھیوں نے سخت احتجاج کیا۔ اور جب یہ محسوس ہوا کہ شیخ عبداللہ میر جعفر اور میر صادق کا روپ دھار چکے ہیں تو چوہدری غلام عباس ان سے الگ ہو گئے اور آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے کشمیر کی آزادی اور پاکستان کے ساتھ الحاق کی کوشش کرتے رہے۔

غدارانِ ملّت کا کردار شیخ عبداللہ کے غدارِ قوم ہونے میں اگر کسی کو شک و شبہ ہے تو اُسے تاریخ کا پھر سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ سپین سے مسلمانوں کا بے دخل ہونا، بغداد کا تاتاریوں کے ہاتھوں تباہ ہونا، ہندوستان سے مغلیہ سلطنت کا خاتمہ، شیرِ میسور ٹیپو سلطان شہید کی شہادت اور سرنگا پٹم کا سقوط اور وسطی ایشیا کی ریاستوں کا سُرخ سامراج کے زیرِ نگیں آجانا اندرونی غداروں کی غداری کے بغیر ممکن نہ تھا۔ جہاں کہیں ہماری تاریخ میں ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں ان کے پس منظر میں کوئی نہ کوئی ابنِ علقمی، کوئی میر جعفر یا میر صادق ضرور نظر آتا ہے۔ کشمیر کا ابنِ علقمی شیخ عبداللہ ہے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ شیخ عبداللہ کو پاکستان میں "شیرِ کشمیر" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ حالانکہ اس کی اصلیت سب کو معلوم تھی۔ میں اپنے سکول اور کالج کے دور کو یاد کرتا ہوں تو مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ملکی اخبارات ہمیں یہی باور کراتے رہے کہ شیخ عبداللہ شیرِ کشمیر ہے۔ جب تاریخ کو اس کے صحیح تناظر میں دیکھا تو پتہ چلا کہ شیخ عبداللہ کی حقیقت کیا ہے۔ کشمیری مسلمانوں کو طوقِ غلامی میں گرفتار کرانے والا یہ شخص ملّت کا بہت بڑا مجرم ہے۔

مسئلہ کشمیر سرد خانے کی نظر مسئلہ کشمیر اقوامِ متحدہ کی فائلوں میں اب تک دفن رہا ہے پاکستان کی کوئی بھی حکومت اسے حل نہیں کرا سکی۔ پنڈت نہرو نے خود یہ مسئلہ کشمیر

میں جنگ بندی کے لیے اقوام متحدہ میں پیش کیا تھا۔ عالمی ادارے میں بحث کے دوران یہ طے ہوا تھا کہ کشمیر پاکستان اور ہندوستان کے درمیان متنازعہ علاقہ ہے اور اس کا حل کشمیریوں کو اپنی آزادانہ رائے شماری سے خود ڈھونڈنا ہے۔ آزادانہ رائے شماری کی صورت میں لازماً کشمیری پاکستان کے حق میں فیصلہ دیتے۔ بھارتی پارلیمنٹ میں جب اس موضوع پر پنڈت نہرو پر سوالات کی بوچھاڑ ہوئی تو اُس نے جواب دیا "تم لوگ بلا وجہ پریشان ہو رہے ہو۔ کچھ عرصہ بعد پاکستان اس مسئلے کو بھول جائے گا اور کشمیر ہندوستان کے اٹوٹ انگ کی حیثیت سے ہمارے پاس رہے گا۔"

مختلف حکومتوں نے مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے کتنی سنجیدہ کوششیں کیں۔ اس موضوع کو ہم فی الحال نظر انداز کرتے ہیں۔ معاہدہ کلکتہ ہو، میثاق تاشقند ہو یا شملہ سمجھوتہ ہو، ہر ایک کے بارے میں محققین کافی تجزیے پیش کر چکے ہیں۔ اس موقع پر الجزائر کے پہلے صدر اور جنگ آزادی کے ہیرو بن بیلہ کا یہ تبصرہ بہت سچا اور حقیقی معلوم ہوتا ہے۔ "تقریروں سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کشمیر کے لیے قربانیاں درکار ہیں۔ ہم نے فرانسیسی سامراج کے خلاف قربانیاں دی ہیں۔ اور لاکھوں شہداء کا نذرانہ پیش کیا تو ہمیں آزادی کی نعمت ملی۔ وادی کشمیر بھی شہداء کا خون مانگتی ہے۔"

جہاد ملّت کی بقا کا ضامن

چند ماہ پہلے تک کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ کشمیر کی وادی شعلۂ جوالہ بن جائے گی۔ جہاد ملّتِ اسلامیہ کے لیے زندگی اور بقا کا ضامن ہے۔ اسلام مسلمانوں کا محافظ ہے۔ انہوں نے جب بھی کبھی اسلام کی طرف رجوع کیا ہے اُن کی عزّت، قوت اور شوکت میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔ جہاد افغانستان ہماری عصری تاریخ میں ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔ اس جہاد نے تاریخ اسلام کا یہ معجزہ ایک بار پھر دُنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے کہ سپر طاقت محض اللہ ربّ العزّت ہے۔ رُوس کا سارا گھمنڈ خاک میں مل گیا ہے۔ روس کے توسیع پسندانہ عزائم جن کی تاریخ گذشتہ چند صدیوں پر محیط ہے، نہ صرف ان کو بریک لگ گئی ہے، بلکہ اب رُوس کے سکڑنے کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ یہ تو جہادِ افغانستان کا ایک

خوشگوار پہلو تھا۔ اس کا دوسرا خوشگوار پہلو یہ ہے کہ دنیا کی محکوم قوموں کو عزتِ نفس حاصل ہوئی ہے اور انہوں نے جابروں کے تخت یک دم اُلٹا دیئے ہیں۔ مشرقی یورپ کے تمام ملک اس کا زندہ ثبوت ہیں۔ پولینڈ کی سالیڈیریٹی موومنٹ کے لیڈر لیخ والیسا نے تو برملا اعتراف کیا ہے کہ جہادِ افغانستان سے انہوں نے بہت [illegible] اور تقویت حاصل کی تھی۔

جب جہادِ افغانستان کا غیر مسلم دنیا پر اتنا زبردست احسان ہے تو ملتِ اسلامیہ اس کی برکات سے کیسے محروم رہ سکتی تھی۔ وادیٔ کشمیر میں حریت کی چنگاریاں تو ہمیشہ موجود رہیں۔ مگر افغان مجاہدین کی ایمان افروز مثالوں نے ان چنگاریوں کو شعلہ بنا دیا۔ آج سے چھ ماہ قبل کسی کو ہرگز اندازہ نہ تھا کہ کشمیر میں کیا کچھ ہونے والا ہے۔ ہمارے ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے تو تحریک کے زور پکڑ لینے کے باوجود اسے مکمل طور پر نظر انداز کیے رکھا۔ اب بھی ہمارے ذرائع ابلاغ جہادِ کشمیر کے لیے اپنا فرض ادا کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں، بلکہ میں یہ کہوں کہ جہاد کی راہ میں ہمارا میڈیا رکاوٹ ہے تو یہ غلط نہ ہوگا۔ اس کی تفصیل آگے کی سطور میں آرہی ہے۔

جہادِ کشمیر اور ذرائع ابلاغ

وادیٔ کشمیر گل گوں ہے۔ کشمیر کی تاریخ میں پہلی (اور ان شاء اللہ آخری) بار ۲ مارچ جمعۃ المبارک کی نماز سری نگر کی کسی مسجد میں ادا نہ کی جاسکی۔ کرفیو کی یہ سختیاں حریت کا راستہ بھلا کیسے روک سکیں گی۔ آزادی کا سورج تو طلوع ہو کر رہے گا۔ افسوس تو اس بات پر ہے کہ اس خونچکاں جدوجہد کے دوران میں پاکستانی ٹیلی ویژن سے ہولی کے رقص دکھائے جارہے تھے۔ اس ہندو تہوار کو پاکستان ٹی وی نے جس انداز میں دکھایا اُسے دیکھ کر مقبوضہ کشمیر سے آئے ہوئے ایک مسلمان نے نہایت درد و کرب مگر بے ساختگی سے کہا "یہ پاکستانی ٹی وی ہے یا بھارتی دوردرشن؟" ہمارا کشمیری بھائی اپنے زخموں کے لیے مرہم کا طلبگار تھا، مگر یہاں نمک پاشی سے پالا پڑا۔ ؎

فلک نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں خبر نہیں روشِ بندہ پروری کیا ہے؟

بھارتی دوردرشن " اپنی قوم کے بچے بچے کو کس انداز میں اسلام دشمنی پہ آمادہ کر رہا ہے۔ اس کی یہاں محض ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ بچوں کے پروگرام میں ماں اپنے بچے کو لوری دیتے ہوئے گیت سُنا رہی ہے۔ " بیٹے دُور نہ جانا ترک نشے میں چور ہے۔ اس سے بچ کر رہنا "

بیٹا سوال کرتا ہے۔ " ماں ترک کون ہے ؟ "

ماں اُسے جواب دیتی ہے۔ " پُرانے وقتوں کی بات ہے ایک ترک بادشاہ تھا وہ بہت ظالم تھا ، وہ چور بھی تھا۔

وہ ہندوستان آتا اور بھگوان کی مورتیاں توڑ کر سونا چرا لیتا۔

پھر وہ بھاگ جاتا تھا۔

مائیں اس ظالم سے اپنے بچوں کو ڈرایا کرتی تھیں۔

اس کا نام تھا محمود غزنوی۔ "

اس کے برعکس اپنے میڈیا کا حال کس کو بتائیں۔ ایک حریت پسند کشمیری جس نے مدّت تک بھارتی مظالم کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور " کشمیر بنے گا پاکستان " کے نعرے سے باز نہ آیا۔ نہ کوڑے اس کا مزاج درست کر سکے ، نہ جیل کی سختیوں سے اس کی ہمت پست ہوئی۔ اس کے اپنے بقول اُسے اچانک وادی سے جموں لایا گیا۔ یہاں اُس نے پہلے جیلروں کا رویہ بالکل مختلف تھا۔ سختی کی جگہ نرمی ، اور اذیت کے بجائے میزبانی ! یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے ؟ اسی آرام دہ ماحول میں پاکستان ٹی وی کے پروگرام دکھائے جانے لگے۔ " اف ! میرے اللہ میں کیا دیکھ رہا ہوں ؟ " ابھی حریت پسند کا ذہن اس کشمکش میں مبتلا تھا کہ صیاد نے کہا " یہ پاکستان ہے جس کے ساتھ تم الحاق چاہتے ہو ؟ یہ تمہارے خوابوں کا گہوارہ ہے ؟ یہ تمہارا اسلام ہے جس کے لیے تم نے بھارت ماتا کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر رکھا ہے ؟ ... "

حریت پسند نے کہا " میرے پاؤں تلے سے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ یہ تو اللہ کا احسان ہے کہ میں سنبھل گیا مگر سوچنے کی بات ہے کہ پاکستان کی منزل کیا

ہے اور اسے کہاں دھکیلا جا رہا ہے؟"

حریت پسند کا یہ سوال ہم سب سے ہے۔ کیا ہم نے کبھی اس سوال پر بھی غور و فکر کیا ہے؟ وادیٔ کشمیر لہو میں ہر روز غسل کرتی ہے اور پاکستانی قوم راگ رنگ اور رقص و سرود میں مست ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

آ تجھ کو بتاؤں میں کہ تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

کشمیر میں جونہی بیداری کی لہر دوڑی بھارتی | **بھارت کی پھرتی اور پاکستان کی غفلت**

حکومت حرکت میں آگئی۔ اندرونی طور پر فوج کے ذریعے حریت پسندوں کو کچلنے کا اہتمام کیا گیا اور بیرونی محاذ پر سفارتی کاوشیں منظم کی گئیں۔ بھارتی سفارت خانے ویسے بھی ہمارے سفارت خانوں کے مقابلے میں ہمیشہ زیادہ فعال اور سرگرم عمل رہتے ہیں، مگر ایسے مواقع پر تو ان کی ڈپلومیسی قابلِ دید ہوتی ہے۔ سفارت کاروں کے علاوہ بھارتی وزیر خارجہ سمیت مختلف ذمہ داران کی سرکردگی میں بھارت نے جنوری میں چار وفود بیرونی ملکوں کے دوروں پر روانہ کیے۔ مزید وفود کا سلسلہ ہنوز روزافزوں ہے۔

بھارت کے برعکس پاکستان کا معاملہ "ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم" کا مصداق ہے۔ اب تک کوئی قابلِ ذکر کاوش سامنے نہیں آئی۔ او۔ آئی۔ سی کا بھی اجلاس بلانے کی توفیق نصیب نہیں ہوسکی۔ حزبِ اختلاف کی تمام پارٹیوں نے مرکزی حکومت کو فروری کے آغاز میں ایک اجلاس منعقدہ اسلام آباد میں مسئلہ کشمیر پر اپنی غیر مشروط حمایت اور تعاون کا یقین دلایا تھا۔ اگر حکومت سنجیدگی سے اس مسئلہ کو اُٹھاتی تو اب تک پوری دنیا میں ہمارے اعلیٰ سطحی وفود جا چکے ہوتے۔ شاید ہماری حکومت کو اس بات کا پوری طرح احساس ہی نہیں کہ کشمیر کی آزادی پر ہماری ملی بقا کا انحصار ہے۔

جب میں یہ سطور لکھ رہا تھا تو مجھے ایک دوست کا دوحہ (قطر) سے فون آیا۔ انہوں نے بتایا کہ پاکستان سے گلوکاروں اور رقاصاؤں کا ایک طائفہ قطر آرہا ہے۔ قطر میں مقیم پاکستانیوں نے اس پر سفارت خانہ پاکستان سے شدید احتجاج کیا ہے اور دو ہزار افراد نے دستخط کر کے محضر نامہ پیش کیا ہے، مگر سفارت کاروں کے

کانوں تک جوں نہیں رینگی۔ اُن کا کہنا ہے کہ یہ تو پاکستان کی ثقافت کی ترویج کا ایک نادر موقع ہے۔ ”عقل بسوخت زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست“۔

بھارت جس طرح پاکستان ٹی وی کو بنیاد بنا کر حریت پسندوں کی برین واشنگ کر رہا ہے۔ اسی طرح اس نے کئی اور منصوبے بھی مرتب کر لیے ہیں۔ یہ منصوبے بھی انتہا خطرناک ہیں۔

خود مختار کشمیر کا نعرہ ایک سازش تو یہ ہے کہ کشمیر کی خود مختاری کا نعرہ لگایا جا رہا ہے پاکستان حکومت بھی ایسے عناصر کی حمایت کر رہی ہے جو خود مختاری کا پرچار کرتے ہیں۔ ہر چند کہ مقبوضہ کشمیر کی تحریک آزادی الحاق پاکستان کے حق میں ہے اور کشمیریوں کی بھاری تعداد کی دلی خواہش ہے کہ وہ آزاد ہو کر پاکستان میں شامل ہوں گے۔ اقوامِ متحدہ کی قرار داد میں بھی دو ہی متبادل ہیں (ا) پاکستان کے ساتھ الحاق (ب) بھارت کے ساتھ الحاق۔ مگر یہ بات محتاجِ بیان نہیں کہ مسلمانوں کی آبادی جو تقسیم ملک کے وقت کشمیر میں ۸۰ فیصد کے قریب تھی اور اب بمشکل ۶۰ فیصد رہ گئی ہے۔ اس کی وجوہات مختلف ہیں جن کی تفصیل کا موقع نہیں۔ اب اگر غیر مسلم آبادی پوری کی پوری بھارت کے حق میں رائے دے اور مسلم آبادی آپس میں بٹ جائے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صورتِ حال کیا ہوگی۔ خود مختار کشمیر کا نعرہ اندریں حالات تحریک کے لیے زہر قاتل ہے۔

بھارت کی شاطرانہ چالیں بھارت کی دوسری سازش یہ ہے کہ ان لیڈروں کو تشہیر کے ذریعہ پھر ابھارا جائے۔ جنہیں مسلم آبادی مسترد کر چکی ہے مگر جو بھارت کے لیے مفید خدمات سر انجام دے سکتے ہیں۔ اس کی مثال ڈاکٹر فاروق عبداللہ اور ان جیسے لوگ ہیں۔ اُن کو نظر بند کر کے یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ یہ بھی بھارت کے مخالف اور آزادی کے حق میں ہیں۔ حالانکہ اُن کی بھارت نوازیاں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ اس کے برعکس سید علی گیلانی جنہوں نے اپنی زندگی کے چودہ سال مختلف اوقات میں جیلوں میں گزارے ہیں انہیں ان دنوں گرفتار نہیں کیا گیا۔ شیخ عبداللہ کو بھی بھارت نے پنڈت نہرو کے زمانے میں نظر بند کر کے ”شیر کشمیر“ بنایا تھا۔ شیخ عبداللہ بھی غدار تھا اور اس کا بیٹا فاروق بھی ملتِ اسلامیہ کا غدار ہے۔

حریت پسندوں میں سے بھی بعض ایسے لیڈروں کو جو دوسری یا تیسری صف کے قائدین

ہیں شمار ہوتے ہیں، بے پناہ پبلسٹی دی جا رہی ہے۔ وہ لیڈر اگرچہ تحریک سے مخلص اور وفادار ہیں مگر بھارتی پالیسی سازوں نے اپنے مخصوص مقاصد کی خاطر ان کو بڑھانا چڑھانا شروع کیا ہے۔ ایک حریت پسند لیڈر نے اپنے دوستوں کو یہ پیغام بھی بھیجا ہے کہ ذرائع ابلاغ میں اپنی تشہیر دیکھ کر انہیں خدشہ پیدا ہو گیا ہے کہ یا تو بھارت سرکار انہیں ختم کرنا چاہتی ہے یا انہیں تحریک سے برگشتہ اور باغی بنانا چاہتی ہے۔ اس حریت پسند نے اس عزم کا اظہار کیا کہ بھارتی حکومت انہیں راستے سے ہٹا تو سکتی ہے مگر ان کا راستہ بدل نہیں سکتی۔

فیصلہ کن معرکہ پاکستانی قوم نے اس سے قبل جہادِ افغانستان میں جس خلوص اور وارفتگی کے ساتھ حصہ لیا تھا اب جہادِ کشمیر میں اس سے بھی زیادہ یکسوئی کے ساتھ اپنا فرض ادا کرنے کے لیے تیار ہے۔ ۵ فروری کو قوم نے کشمیر سے یکجہتی کا جو روح پرور منظر پیش کیا تھا وہ تاریخ میں ہمیشہ یادگار اور لازوال مثال کے طور پر زندہ رہے گا۔ جہادِ افغانستان میں اُس وقت کی حکومت نے بھی جوش و خروش کے ساتھ تعاون کیا تھا، مگر آج کی حکومت اس جوش و جذبے سے بالکل عاری نظر آتی ہے۔

نشانِ راہ جو دکھاتے ہیں ستاروں کو ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لیے

قوم کے ہر بہی خواہ کو یہ سوچ لینا چاہیے کہ اگر جہادِ کشمیر اس مرتبہ کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکا تو شاید پھر ایسا موقع صدیوں تک ہاتھ نہ آئے۔

کشمیری حریت پسند ہماری مدد کے مستحق بھی ہیں اور منتظر بھی۔ وہ سروں پر کفن باندھ کر میدان میں اُتر چکے ہیں۔ سروں کی فصل کٹوا رہے ہیں مگر مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں۔ ان کے حوصلے بلند ہیں اور ان کی منزل واضح۔ ہم میں سے ہر ایک کے سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس نازک اور فیصلہ کن مرحلے میں جہادِ کشمیر میں اس کا کتنا حصہ ہے؟ زبان، قلم، جیب سے بھی جہاد میں شرکت ہو سکتی ہے اور جان کا نذرانہ بھی اس کی ایک صورت ہے۔ ان لمحات میں غیر جانب داری کا معنی اسلام دشمنی اور فرار کا معنی تباہی ہے۔

گریز کشمکشِ زندگی سے مردوں کی اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست